

عدل اجتماعی کا تصور اور اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں

Concept of social justice and its importance in light of Sunnah

ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہریⁱ عبدالماجدⁱⁱ

Abstract

The paper aims to explore all the prevailing rules and regulations relating to social justice in human society. The present era besides its high approach in every field of life has been propagating a picture of cruelty, injustice and anarchy. The main cause is social difference and a large gap among the people. In such conditions, peace, justice and stability can be a dream only. These all grievances model role that is of the Holy Prophet peace be him. He implemented the laws for maintaining social justice with out any discrimination which has been discussed in this article.

Key words: Social Justice ,Peace, Holy Prophet Cruelty

عصر حاضر کا انسان موجودہ تمام نظاموں اور تہذیبوں کو آزمانے کے باوجود مشکلات کا شکار ہے، ہزاروں اداروں اور تنظیموں کے قیام کے باوجود وہ حقیقی عدل و انصاف سے محروم ہر طرف ظلم کا شکار ہے، بین الاقوامیت، فلاح انسانیت اور امن کے دعوؤں کے باوجود مغربی تہذیب اسے حقیقی مساوات، عدل اور فلاح کی نعمت سے بہرہ مند نہ کر سکی اور انسان دنیا سے کشت و خون، جنگ و جدل اور ظلم کو ختم ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکا، چنانچہ اب وہ ایسے اجتماعی نظام کے لئے سرگرداں ہے جس میں عدل و انصاف، مساوات، اخوت و محبت، برداری، ہمدردی اور انسان دوستی کی فراوانی ہو، معیشت اور معاشرت میں ہمواری و توازن اور جان و مال

i اسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذاہب ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

ii پی ایچ ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذاہب ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

کا مکمل تحفظ ہو اور افراد میں اونچ نیچ، رنگ و نسل کا امتیاز اور فتنہ و فساد کی گرم بازاری نہ ہو۔ وہ ایسے دستور کی تلاش میں ہے جو رنگ، نسل، زبان اور جغرافیہ کی تنگ نائیوں کو خاطر میں نہ لا کر بین الاقوامی اخوت و مساوات کے تصور سے ہم کنار کرے، جو ایسے قوانین دے جن کی نظر میں امیر و غریب اور اپنے پرانے کی کوئی تمیز نہ ہو، جہاں فرد اور معاشرے کے حقوق میں افراط و تفریط نہ ہو بلکہ جہاں فرد کے روح اور جسم کے تقاضوں میں بھی عدل ہو اور اس کی روحانی اور مادی زندگی میں توازن و اعتدال ہو تاکہ معاشرہ روحانی اور مادی دونوں اعتبار سے ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ ایسا دستور اور اجتماعی عدل جس میں درج بالا خصوصیات ہوں وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ وہ رب العالمین کا عطا کردہ وہ نظام حیات ہی ہو سکتا ہے جو رحمۃ للعالمین ﷺ کے ذریعے سے آج سے چودہ سو سال پہلے پوری انسانیت کو عطا ہوا۔ وہ ایسا اجتماعی نظام حیات ہے جس کی بنیاد نہ تو محض چند مادی اغراض پر ہے اور نہ ہی عارضی و ہنگامی حالات نے انہیں جنم دیا اور نہ ہی وہ کسی خاص قوم یا ملک کی سیاسی یا معاشی بہبود کے لئے ہے بلکہ اس کا واضع رب العالمین ہے جو تمام انسانوں کا خالق ہے اور وہ ان کی نفسیات سے کما حقہ واقف ہے، اس لئے اس نے اس نظام کی بنیاد ایسے اصولوں پر رکھی ہے جو نسلی، لونی، وطنی، قومی اور طبقاتی منافرت کو مٹا کر عالمی اخوت اور انسانی مساوات کا سبق دیتے ہیں، یہ تمام انسانوں کو اللہ کا کنبہ قرار دے کر یہ باور کراتے ہیں کہ بہترین وہ ہے جو خدا کے کنبے کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرے۔ پھر یہ کوئی تصوراتی اصول ہی نہیں بلکہ ان کی بنیاد پر آج سے کئی سو سال قبل پوری دنیا میں ایک ایسا عالمگیر اجتماعی نظام عدل قائم ہو چکا ہے جس کے سایہ رحمت میں تمام انسانیت نے سکھ کا سانس لیا تھا، ہر قسم کے نقص و غلو اور افراط و تفریط سے پاک ایسا نظام جس نے مسلک و مذہب کے اختلاف کے باوجود تمام انسانوں میں امن و بھائی چارگی کی فضا قائم کی اور تمام دنیا میں عدل اور سلامتی کا دور دورہ کیا۔ وہ جزیرۃ العرب ہو کہ روم و فارس، سسلی و سپین ہو کہ ہندوستان ہر جگہ اس اجتماعی نظام عدل نے انسان دوستی، ہمدردی، اخوت و محبت اور عدل و انصاف کے ایسے امنٹ

اور لازوال نقوش چھوڑے ہیں جن کی مثال پیش کرنے سے قدیم و جدید تمام نظام قاصر ہیں۔ وقت کی ضرورت ہے کہ ایک ایسا عالمی اجتماعی نظام، جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہو، جو انفرادی اور اجتماعی، مادی اور روحانی تمام سطحوں پر توازن اور ہم آہنگی قائم کرے جو اقوام عالم کے مذہبی، ثقافتی، معاشرتی اور اقتصادی تنوعات (Diversities) اور امتیازات تسلیم کرے اور ایک ایسا عالمی اجتماعی نظام عدل (Universal Social System) دے جس میں قانون اور انصاف سب کے لئے ایک جیسا ہو کا قیام عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت بن چکا ہے۔ اس وقت جبکہ ایٹمی ہتھیاروں اور دیگر مہلک اسلحہ کی دوڑ ہر طرف لگی ہوئی ہے، بین الاقوامی مالیاتی بحران نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ بڑی طاقتیں اسلامی دنیا کی دولت اور وسائل (Resources) پر قبضہ کے لئے نت نئے بہانے تلاش کر رہی ہیں اور اس کے لئے کشت و خون کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ ان سب کے نتیجے میں انسانیت کی اکثریت کے اندر نفرت، عناد اور غصہ کے جذبات ابھر رہے ہیں اور انتہا پسندی اور دہشت گردی کی فضا عام ہو رہی ہے یہ تمام افراتفری اور عالمی بے چینی ایک ایسی تہذیب اور نظام کی وجہ سے ہے جس کا چہرہ بظاہر روشن لیکن اندرون چنگیز سے تاریک تر ہے، یہ عالمی نظام New World Order (جو بے خدا مغرب اور امریکہ کی دین ہے یا تو کسی عالمگیر تباہی پر منتج ہو گا یا پھر اسے انسانیت کی خیر و بھلائی کے لئے پر امن اور دانشمندانہ طریقہ پر اسلام کے اجتماعی نظام عدل (Universal Social System) سے بدلنا ہو گا۔ اب وقت آ گیا کہ زمین کے باسیوں کو فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ کون سی روش اختیار کریں، یا تو آرنلڈ ٹائن بی کے الفاظ میں بھیڑ بکریوں کی طرح بے سوچے سمجھے موجودہ راستہ پر چلتے رہیں (3) تو مکمل تباہی و بربادی (Total Annihilation) ان کا مقدر ہو، یا ایک ذی عقل و ذی شعور نوع (Species) کی حیثیت سے از سرنو اپنے تمام ازموذہ نظاموں کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا جائزہ لیں اور ٹھنڈے دل و دماغ سے بحیثیت مجموعی اپنی صلاح و فلاح (Salvation) کے

لئے کسی ایسے عالمی نظام کی طرف رجوع کریں جو تمام نسلی، وطنی اور قومی قیود سے بالاتر ہو کر انسانیت کی تعمیر کر سکے اور اسے عدل اجتماعی اور فلاح سے ہمکنار کرے۔

درجہ بالا معیارات کی روشنی میں جب ہم تمام نظاموں کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو وہ مغربی تہذیب کی طرح ہمیں موجودہ عالمی کردار ادا کرنے سے تہی دامن نظر آتے ہیں کیونکہ ان کے پاس زندگی کے تمام شعبہ جات کے لئے مکمل رہنما اصول اور عالمگیر اجتماعی نظام عدل موجود نہیں۔ عالمی لیول پر سوشلزم کا بھی تجربہ ہو چکا، سرمایہ دارانہ نظام بھی آزمایا جا چکا، مغربی جمہوری نظام کے ثمرات کا بھی دنیا مشاہدہ کر چکی اور موجودہ مغربی تہذیب اور نیورلڈ آرڈر کے نتائج بھی سب کے سامنے ہیں، ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ انسان کے تمام مسائل کا حل ہے لیکن حقیقت میں وہ خود مسائل ہیں جن کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً مغربی مفکرین کے ہاں اس وقت دنیا کے مسائل حل کرنے اور دنیا کو عدل سے ہمکنار کرنے کے لئے سرمایہ دارانہ مغربی جمہوری نظام (Capitalistic Western Democratic System) سے بہتر کوئی اور نظام نہیں جسے فوکویاما نے اپنی کثیر الاشاعتی کتاب: *The End of History & The Last Man* میں تفصیل سے بیان کیا ہے اس کے افکار کے مطابق تاریخ کے اختتام سے مراد جنگ و جدل کا خاتمہ اور تمام انسانوں کی معاشی ضرورتوں کا پورا ہونا ہے اور انسان ایک دفعہ پھر اپنی ماضی کی طرح شکم سیر حیوان کی طرح ہو جائے گا اور پھر وہ آخری انسان (Last Man) کو ایک شکم سیر کتے سے تشبیہ دے رہا ہے جو اس مغربی سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کے نتیجے میں دوسرے "تمام کتوں" سے بے پرواہ سارا دن دھوپ میں پڑا محظوظ (enjoy) ہو رہا ہو گا اور اسے دیگر علاقوں اور ملکوں کے کتوں سے کوئی سروکار نہیں ہو گا اور نہ ہی اس کے بارے میں اسے کوئی تشویش ہو گی (کہ وہ بھوکے ہیں یا شکم سیر) جب تک اس کی ضرورتیں پوری ہو رہی ہوں گی، اس کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"The life of the last man: "comes to resemble that of a dog: "as long as a dog is fed and not

harassed he is content to...” To sleeps in the sun all the day”. The fact that other: “...dogs are doing better than him...or that other dogs are being oppressed in a distant part of the world”. Does not worry him because: “he is not dissatisfied with what he is”⁴.

گویا اس مغربی سرمایہ دارانہ نظام کا نکتہ عروج یہ ہے کہ انسان اپنی انسانیت کو کھو کر دوبارہ حیوانی لیول پر آجائے گا اور دوسرے انسانوں کے دکھ، درد اور غمی و خوشی سے اسے کوئی سروکار نہیں ہو گا گویا کہ یہ ایک حوالے سے انسانیت کا انسانیت سے فرار اور انخلا یعنی alienation ہے جو کہ اس بے خدا مغربی نظام کی دین ہے اور بقول ایک مصنف کے:

“There is a telling evidence that modern secular thought has reached its limits and therefore is incapable of offering anything fresh and original in the attempt to deal with the contradictions, ruptures, and alienation that characterize the modern condition Modernist Western Thought has reached the limits of its potentialities in term of offering any new insights into the nature of reality”⁵.

یعنی جدید لادینی نظام اپنی انتہا کو پہنچ کر بھی جدید انسان کے لئے کوئی ایسا لائحہ عمل نہ لا سکا جس کی روشنی میں وہ اپنے مسائل اور تضادات کو حل کر سکتا اور انسانیت سے فرار کے بجائے اسے اپنا سکتا اور اس کے مسائل حل کر سکتا۔ یہ اسی نظام کی خود غرضی اور دوسرے انسانوں سے بے پرواہی و بے نیازی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت دنیا کے ۲۰ فیصد میر ترین افراد دنیا کی ۸۶ فی صد تجارت، سرمایہ اور بچتوں پر کنٹرول حاصل کئے ہوئے ہیں اور پانچ امیر ترین ملک دنیا کی ۸۲ فی صد سے زیادہ مراعات کے حامل ہیں اور امیروں اور غریبوں میں فرق دن بدن بڑھ رہا ہے اور یہ فرق ۱۸۲۰ء کے تین گنا فرق سے بڑھ کر ۱۹۸۲ء میں بہتر گنا ہو گیا اور پورے کرہ ارض پر چند فیصد امیر ترین لوگ دنیا کی اتنی بڑی دولت کے مالک ہیں جو دنیا کی تقریباً نصف آبادی میں عام لوگوں کے پاس نہیں ہیں⁶۔

یہ تمام تقابل اس وجہ سے کیا گیا تاکہ مغربی سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کے دعوؤں کی حقیقت کھل کر سامنے آسکے کہ کیا وہ دنیا میں عدل و مساوات کی امین ہیں یا اجتماعی ظلم کی

انتہائی بھیانک سیاہ تاریکی کا علمبردار ہے اور کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ انسانیت کے مسائل کے حقیقی حل کے لئے ایسا نظام سامنے لایا جائے جو انسان کو انسانیت سے فرار اور بے پرواہ نہ کرے بلکہ تمام انسانوں کو ایک کنبہ قرار دے، ایک کا دکھ دوسرے کا دکھ قرار دے بلکہ اپنی شکم سیری سے پہلے پڑوسی کی خبر گیری بھی کرے اور دوسروں کی ضرورتوں کا خیال اپنی ضرورتوں کی طرح کرے بلکہ جس کا نقطہ نظریوں ہو:

”جو صبح کو اٹھے اور دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کی خبر گیری اور بہتری کی طرف متوجہ نہ ہو تو وہ ہم میں سے نہیں⁸ اور یہ بھی فرمائے کہ جس بستی میں کوئی شخص صبح کو اس حال میں اٹھے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا تو پھر اللہ تعالیٰ پر اس بستی کے بقاء و تحفظ کی کوئی ذمہ داری نہیں اور یہ بھی فرمائے جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو اور تیسرے آدمی کو (مہمان بنا کر لے جائے) اور اگر چار کا ہو تو پانچویں یا چھٹے انسان کو بھی اس میں شریک کرے۔“⁹

اور جس نظام کے ہادی یہ بھی فرمائے کہ جس کسی بندے کو بھی اللہ تعالیٰ ایک رعایا کا نگران بنا دے اور پھر وہ خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ان کے بھلائی کے لئے کوشاں نہ ہو تو جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا اور جو امیر بھی اہل حاجت غریبوں اور مسکینوں کے لئے اپنے دروازے بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت اور مصیبت کے لئے اپنے دروازے بند کر دیتا ہے¹⁰ اور جو تمام امت کو ایک جسد واحد کی مانند قرار دے کہ جس کے ایک حصے سے لے کر دوسرے حصے تک ایک ہی احساس کام کرتا ہے ایک عضو کو جو تکلیف پہنچنے تو تمام اعضاء اس کے درد کی ٹیس محسوس کریں:

تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاهِهِمْ وَتَوَادَّهُمْ وَتَعَاطَفِهِمْ، كَمَثَلِ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهْرِ وَالْحَمَى¹¹

”یعنی باہم لطف و کرم اور انس و محبت میں مسلمانوں کا حال جسم کا سا ہے کہ جب ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو بدن کا عضو عضو بے خوابی اور بخار کے ذریعے اس کا شریک غم بن جاتا ہے۔“

یہ ایک معمولی سی جھلک ہے رحمت العالمین کے لائے ہوئے ایسے نظام عدل اجتماعی کی جس کی اس وقت زمانے کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ عدل اجتماعی کے مزید خصائص اور اوصاف اور اسلامی تاریخ سے چند چیدہ واقعات بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عدل اور عدل اجتماعی کا مفہوم و معنی اور اہمیت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں بیان کر دیا جائے۔

عدل اور عدل اجتماعی کا مفہوم و معنی اور اہمیت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام کی آمد کا بنیادی مقصد معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام ہے۔ عدل کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق ملے اور اگر کوئی اس کے حق پر ہاتھ ڈالے تو جرم کے برابر سزا پائے۔

امام راغب اصفہانی نے عدل کی تعریف یوں کی ہے:

"مکافات میں مساوات کا لحاظ رکھنا عدل ہے یعنی نیکی کا صلہ نیکی اور بدی

کا صلہ بدی ملنا چاہیے¹²۔"

سید شریف نے کہا ہے:

"عدل افراط و تفریط کے درمیان ایک نقطہ مساوات ہے¹³۔"

علامہ عینی نے کہا ہے:

"عدل واجب التعمیل احکام کی تعمیل کا نام ہے۔ عدل یہ ہے کہ حق کو تسلیم

کیا جائے اور ظلم کا خاتمہ کیا جائے¹⁴۔"

سیچو سیوزک عدل کے بارے اپنے مضمون Justice in Islam میں یوں لکھتے ہیں:

"The duty to give what is due to each and every being relates to the most explicit definition of justice given by Imam (Hazrat Ali): 'Justice puts every thing in its right place. 'one is just insofar one gives everything its proper due, renders haqq due to each person, indeed to each and every things in existence'¹⁵."

ولیم لین عدل کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"Equality, Justice or rectitude; contrary of Jore. Or as some say, it is the mean between two excess and falling short: and the ability to be just in this demanding and universal manner in enhanced in the measure that one is attuned to al-Haqq, the Real¹⁶."

اسی طرح ڈاکٹر انیس احمد، عدل اسلامی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"The Quran refers at least seven important dimensions of Adl –Justice which lead to meaningful peace in society. First and the foremost is the rule of law, legal equality and value of human life. Realization of rule of law cuts across different sections of society. Law does not discriminate between Muslims and Non-muslims in the basic human rights. Life, honor, property and security of non-Muslim citizen is as much valuable as that of a Muslim....¹⁷."

اسلام کے عدل اجتماعی کی جامعیت کو سید حسین نصریوں بیان کرتے ہیں:

"The theme Justice permeates the wole Islamic life and the Divine Law, the goal of whose implementation is the establishment of justice. The Quran is strewn with references to the subject of justice and identifies th good society with a just one. This virtue is so central to Islam that, according to a saying of the Prophet, " A kingdom might survive in infidelity, but it can not survive in injustice and inequality." One of the meanings of Justice -al-Adl is balance (al-mizan). God created all things in the correct proportion and harmony which is the imprint of unity upon the domain of multiplicity. The balance applies to every level of reality from the physical to the alchemical psychological and spiritual. There is a balance of th elements within healthy bodies ... And for the spiritually

accomplished Muslim there is balance between spirit, soul, and body and the satisfaction of their respective demands. to give each thing its due (haqq) in accordance with its nature as created by God is to live in balance and realize the balance of things and hence to live in justice...observe the balance in all things is to live in justice¹⁸."

ابن عربی نے فرمایا:

"لفظ عدل کے اصلی معنی برابری کرنا کے ہیں پھر مختلف نسبتوں سے اس کا مفہوم مختلف ہو جاتا ہے، مثلاً: ایک مفہوم عدل کا یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنے رب کے درمیان عدل کرے تو اس کے معنی یہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو اپنے حظِ نفس پر اس کی رضا جوئی کو اپنی خواہشات پر مقدم جانے اور اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی ممنوعات و محرمات سے مکمل اجتناب کرے۔ دوسرا عدل یہ ہے کہ آدمی خود اپنے نفس کے ساتھ عدل کا معاملہ کرے اور یہ کہ اپنے نفس کو ایسی تمام چیزوں سے بچائے جس میں اس کی جسمانی یا روحانی ہلاکت ہو، اس کی ایسی خواہشات کو پورا نہ کرے جو اس کے لئے انجام کار مضر ہوں اور قناعت و صبر سے کام لے اور نفس پر بلاوجہ زیادہ بوجھ نہ ڈالے، تیسرا عدل اپنے نفس اور تمام مخلوقات کے درمیان ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کرے کسی سے خیانت نہ کرے، سب لوگوں کے لئے انصاف کا معاملہ کرے کسی انسان کو اس کے کسی قول و فعل سے ظاہراً یا باطناً کوئی ایذا اور تکلیف نہ پہنچائے۔ اسی طرح ایک عدل یہ ہے کہ جب دو فریق اپنے کسی معاملے کا فیصلہ اس کے پاس لائیں تو فیصلہ میں کسی کی طرف میلان کے بغیر حق کے مطابق فیصلہ کرے، اور ایک عدل یہ بھی ہے کہ ہر معاملہ میں افراط و تفریط کی راہوں کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرے¹⁹۔"

ابو عبد اللہ رازی نے یہی معنی اختیار کر کے فرمایا ہے:

"لفظ عدل میں عقیدہ کا اعتدال، عمل کا اعتدال اور اخلاق کا اعتدال سب شامل ہیں²⁰۔"

گویا اسلام کا عدل اجتماعی عقائد و عبادات و معاملات معاشرت اور معاشی احکامات کے ساتھ سیاسی و ملکی معاملات کو بھی شامل ہیں۔ عدل اجتماعی ذرہ سے لے کر کائنات کے تمام فلکی و فلکیاتی نظاموں کو شامل ہے اور ان تمام کائناتی نظاموں میں خدا کی صفت عدل کا اظہار ہے اسی طرح خدا کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء و رسل کی تعلیمات میں بھی عدل و انصاف کا ذکر جا بجا ہے قرآن عظیم میں ایک سو سے زائد آیات ایسی ہیں جن میں ظلم کی شاعت بیان کی گئی ہے۔

قرآن کریم نے تمام انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد اقامت عدل کو قرار دیا ہے²¹ اور حضور ﷺ نے بھی اعلان فرمایا:

أمرت لأعدل بینکم²²

"مجھے حکم دیا گیا کہ تمہارے درمیان عدل کروں، یعنی میں بے لاگ انصاف پسندی اختیار کرنے پر مامور ہوں۔"

میرا یہ کام نہیں کہ کسی کے حق میں اور کسی کے خلاف تعصب برتوں۔ میرا سب انسانوں سے یکساں تعلق ہے اور وہ ہے عدل و انصاف کا تعلق۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک ساعت کے عدل کو ستر سال کی عبادت سے افضل قرار دیا ہے:

عدل ساعة أفضل من عبادة سبعين سنة²³

علامہ جلال الدین دوانی نے اپنی کتاب "اخلاق جلالی" میں اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے:

"یعنی عدل ایک ساعت بھتر از عبادت ہفتاد سالست چہ اثر عدل یک

ساعت بھمہ عباد و ہمہ بلادمی رسد و مدت ہائیمتمادی مچی مانند²⁴۔"

یعنی ایک گھڑی کا عدل ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ ایک ساعت کا عدل تمام بندوں اور تمام شہروں تک پہنچتا ہے اور مدت دراز تک باقی رہتا ہے۔

اسی طرح حکم دیا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ

عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ²⁵

"عدل کے قیام میں کسی دشمن کی دشمنی اور کسی دوست کی دوستی آڑے نہ

آئے بلکہ بے لاگ عدل و انصاف ہو۔"

عدل اور اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کے

بارے فرمایا:

أَنْ تَخْشَوْا بِالْعَدْلِ ”، لِيَخْشَكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ²⁶

عدل کو تقویٰ کے قریب قرار دیا اور فیصلے کے وقت عدل کے دامن کو مضبوطی

سے تھامنے کا حکم دیا۔

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ²⁷

عدل والی بات کہنے کا حکم دیا وہ اگرچہ قربت دار (کے خلاف) ہی کیوں نہ

ہو۔ دوسروں کے معاملے میں عدل و انصاف کے حکم کے ساتھ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ

بھی فرمایا:

وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ ”اپنے نفس کے معاملے میں بھی عدل و انصاف سے کام

لو²⁸۔"

اجتماعی عدل کے لئے ضروری شرائط و مقدمات

1. قانون و حقوق سب کیلئے: (یعنی حقیقی انسانی مساوات)

حقیقی عدل تب ہی ہو سکتا ہے جب قانون کی عملداری ہو اور قانون سب

کیلئے برابر ہو۔ اسلامی قانون میں کسی کے لئے کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا۔ اپنے پرانے، بڑے

چھوٹے اور امیر و غریب کیلئے الگ الگ حقوق نہیں ہیں۔ جو حق ہے وہ سب کیلئے حق ہے اور جو

گناہ ہے وہ سب کیلئے گناہ ہے۔ جو حرام ہے وہ سب کیلئے حرام ہے، جو حلال ہے وہ سب کیلئے

حلال ہے حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذات کو بھی قانون خداوندی سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا آپ ﷺ نے اس قاعدے کو یوں بیان کیا ہے:

إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا يُعْتَمُونَ الْحَدَّ عَلَى الْوَضِيعِ وَيَتَكَبَّرُونَ الشَّرِيفَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ فَعَلَتْ ذَلِكَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا²⁹

"تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لئے ہلاک ہوئیں کہ وہ لوگ کم درجے کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں (شرفاء) کو چھوڑ دیتے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنی ذات سے بدلہ لیتے تھے³⁰۔

اسی طرح اسلامی نظام زندگی میں معاشرے میں ہر صنف اور ہر طبقہ کے حقوق بھی مقرر کیے تاکہ معاشرہ افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال پر قائم رہے اور اس میں عدل و انصاف کی فضا قائم رہے۔ اسلامی تہذیب ہی ایسے اصول دے سکتی ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ³¹

"آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک انسانوں کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔"

ایک اور روایت میں ہے:

وَمَنْ لَمْ يَهْتَمَّ لِلْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ³²

"جو صحیح اٹھے اور دوسرے مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں کی طرف توجہ نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں۔"

اسی طرح کسی شخص نے ایک دفعہ آپ ﷺ کے سامنے کسی سیاہ فام ماں کے بیٹے کو ابن السوداء (کالی ماں کا بیٹا) کہہ کر پکارا تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا:

لیس لإبن البیضاء فضل علی ابن السوداء ولا فرق بین دین و دین فی تکریم الإنسان حیاً ومیتاً³³

"گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، انسان کے احترام میں دین کے فرق کی وجہ سے زندگی میں اور موت کے بعد کوئی فرق نہیں۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (گورنر) کے صاحبزادے کسی قبیلی غلام کو مار رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو بے چین ہو گئے اور فرمایا:

متی تعبد تم الناس وقد ولدتم أمها تم أحراراً³⁴

"تم نے کب سے ان کو غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے۔"

عدل کے قیام کے لئے ضروری لوازمات: حضرت عمرؓ کے مکتوب کی روشنی میں اسلام کے عدل اجتماعی کے قیام کے لئے ضروری مقدمات کو حضرت عمرؓ کے ایک مکتوب میں جو کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا میں بخوبی بیان کیا گیا ہے اسی خط کی اہمیت کے پیش نظر علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں بھی اس کی پوری تفصیل درج کی ہے۔

1. "اچھی طرح سمجھ لو کہ قضا ایک اہم فرائض ہے جو سنت کے مطابق بجا لانا ضروری ہے۔ جب کوئی شخص اپنا مقدمہ تمہارے پاس لائے تو کامل غور و فکر کے ساتھ اس کی باتیں سنو! اور جب فریقین کی باتیں سننے کے بعد کسی فیصلے پر پہنچ جاؤ تو اس کا نفاذ بھی کرو کیونکہ درست فیصلہ کرنے کا اس وقت تک فائدہ نہیں جب تک اس فیصلے کا نفاذ نہ کیا جائے۔ تمام لوگوں کو

اپنے حضور میں اور اپنے انصاف میں برابر رکھو تاکہ کمزور اور غریب آدمی انصاف سے مایوس نہ ہو اور زبردست اور طاقتور کو تم سے کسی رو رعایت کی امید نہ ہو۔ جو شخص دعویٰ کرے اس کے ذمے ثبوت بہم پہنچانا ضروری ہے اور جو اپنے خلاف عادلہ کردہ الزام کی تردید کرے اس پر قسم واجب ہے۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے لیکن ایسی صلح جو حلال کو حلال رکھے اور حرام کو حرام، ایسی صلح (راضی نامہ) جائز نہیں، جس سے حرام حلال اور حلال حرام ہو جائے۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو ثابت کرنے کی خاطر فوری طور پر ثبوت مہیا نہ کر سکے تو اسے کچھ عرصہ کی مہلت دو۔ اگر اس عرصے میں وہ ثبوت مہیا کر دے تو اس کا حق اسے دلا دو لیکن اگر مدت کے اختتام تک وہ ثبوت بہم نہ پہنچائے تو اس کا مقدمہ خارج کر دو، ایسا کرنے سے اتمام حجت بھی ہو جائے گی اور شک بھی دور ہو جائے گا۔ اگر تم نے آج کوئی فیصلہ کیا ہے لیکن مزید غور و فکر اور عقل سے کام لینے کے بعد تمہیں وہ فیصلہ غلط معلوم ہو اور حق ظاہر ہو جائے تو پہلے فیصلے سے رجوع کرنے میں تمہیں کوئی امر مانع نہیں ہونا چاہیے کیونکہ حق اپنی جگہ پر قائم ہے، اسے کوئی چیز بدل نہیں سکتی اور باطل پر اصرار کرنے سے حق کی طرف رجوع کرنا بہر حال بہتر ہے۔ سب مسلمان قابل اعتبار ہیں سوائے ان اشخاص کے جن کو حد کی سزا میں کوڑے لگائے گئے ہوں یا جنہوں نے جھوٹی گواہی دی ہو یا جن کا نسب مشکوک ہو۔ جس مسئلے کے مطابق تمہارے دل میں شبہ پیدا ہو اور کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ میں اس کا ذکر نہ ہو تو اس پر خوب غور و فکر کرو پھر اس کی مثالوں اور نظیروں کو دیکھو، اس کے بعد قیاس سے کام لو جو قیاس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے زیادہ قریب ہو اس کے مطابق حکم صادر کرو۔ تنگدلی کا اظہار نہ کرو، فریقین مقدمہ کو کسی قسم کی تکلیف مت پہنچاؤ، مقدمہ پیش ہونے کے وقت بد خلقی مت دکھاؤ۔ اگر مقدمے کا صحیح فیصلہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کا بہت بڑا اجر دے گا۔ جس شخص کی نیت ٹھیک ہو اور خواہ اسے

اپنے اور اپنے عزیزو اقارب کے خلاف ہی فیصلہ کرنا پڑے لیکن وہ حق و انصاف کے فیصلے پر گامزن رہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہر طرح کفیل ہو گا، لیکن جو شخص جاہ عدل و انصاف سے بھنک جائے گا اور ایسا فیصلہ کرے گا جس پر خود اس کا دل مطمئن ہونے کو تیار نہ ہو تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صرف اسی صورت میں ثواب کا حقدار ٹھہرائے گا جب وہ اپنے اعمال خلوص نیت کے ساتھ بجا لائیں گے۔³⁵

2- سفارش منع ہے: اسی طرح لوگوں کے درمیان عدل تب قائم ہو سکتا ہے جب کوئی دباؤ یا سفارش آڑے نہ آئے۔ اسلام نے اچھی بات کیلئے سفارش کو جائز قرار دیا ہے اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ بھی کیا ہے لیکن برے کام کیلئے سفارش کرنے کو منع کیا ہے اور اسے عذاب کا سبب قرار دیا ہے۔³⁶

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَالَكَ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدِّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ، فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ³⁷

"جو شخص اپنی سفارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے نفاذ کو روک دیتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کے قانون کی مخالفت کرتا ہے۔"

صحابی رسول حضرت زبیرؓ کا قول ہے کہ جب حدود کا معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے والے پر اور جس کے لئے سفارش کی جائے اس پر لعنت بھیجتا ہے۔³⁸

وجہ یہ ہے کہ عدل و انصاف کے قیام میں روڑے اٹکانا یا سفارش کرنا احکام الہی کو معطل کرنا اور اللہ تعالیٰ سے لڑنا ہے۔³⁹ اسی طرح ایک حدیث کے مطابق سفارش پر ہدیہ وغیرہ قبول کرنا بھی رشوت اور سود کے زمرے میں آتا ہے۔⁴⁰

مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

"جس سفارش پر کوئی معاوضہ لیا جائے وہ رشوت ہے اور حدیث میں اس کو سخت اور حرام فرمایا ہے⁴¹۔"

2. سچی گواہی کی تاکید عدل کے لیے صحیح صورت حال کا واضح ہونا انتہائی ضروری ہے اس کے لیے سچی گواہی کلید کی حیثیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سچی گواہی کی بہت زیادہ تاکید کی ہے اور گواہ کے عادل ہونے کو اتنا ہی ضروری قرار دیا ہے جس قدر حاکم کا عادل ہونا⁴²۔

پیغمبر اعظم ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ جب گواہ واقعہ کو سورج کی طرح صاف طور پر دیکھ لے تب گواہی دے ورنہ اس کی جرأت نہ کرے⁴³۔

قرآن عظیم کا حکم ہے کہ شہادت محض اللہ تعالیٰ کیلئے درست طریقے پر دینی چاہیے⁴⁴۔

اور گواہ دو افراد ہوں جو انصاف اور سچائی پر عمل کریں⁴⁵۔
تمام مومنوں کو حکم دیا گیا کہ انصاف پر قائم رہ کر محض اللہ کیلئے گواہی دیں اس کے بعد قرآن نے شہادت کی صداقت پر ایسا زور دیا ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی قانون میں نہیں ملتی۔ ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ
الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن
تَعْدِلُوا وَإِن تَلُوتُوا أَوْ تَعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا⁴⁶

"شہادت دو انصاف کے ساتھ خواہ یہ تمہاری ذات، تمہارے والدین، تمہارے عزیزوں کے خلاف جائے، دوسرا فریق غنی (سرمایہ دار) ہو یا غریب و محتاج اللہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے تم گواہی میں دولت مند کی خاطر نہ کرو اور محتاج و فقیر پر ترس نہ کھاؤ بلکہ سچی گواہی دو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو بلکہ بغیر توڑ مروڑ کے پوری پوری گواہی دو۔"

اسی حوالے سے مزید اہم ہدایتیں یہ ہیں:

ا. جھوٹی شہادت نہ دی جائے، جھوٹی شہادت قابل سزا اور لائق تشہیر ہے، گناہ کبیرہ اور حرام ہے⁴⁷۔

ب. اسلام نے جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا⁴⁸۔

ت. گناہ کبیرہ کے مرتکب فاسق و بدکار کی شہادت کو غیر معتبر قرار دیا⁴⁹۔

ث. سزایافتہ (تہمت طراز، چور اور زنا کار) شہرت یافتہ، دروغ گو، قانون کی خلاف ورزی کرنے والے مجرم، مذہبی احکام کے مجرم، قاتل، خائن، تہمت سے یا کسی دوسری وجہ سے جرح میں مجروح شدہ گواہ کی گواہی ناقابل قبول ہے⁵⁰۔

ج. باپ، بیٹے، میاں، بیوی، غلام اور آقا کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں ناجائز ہے۔ گویا خونی رشتہ داری، دشمنی اور جانبداری گواہ کو قانونی طور پر نااہل قرار دیتی ہے⁵¹۔

ح. وعدہ معاف گواہ کی گواہی بھی اس زمرے میں آتی ہے چونکہ سلطانی گواہ شریک جرم ہوتا ہے، ساتھ ہی اس کی گواہی میں اپنے آپ کو بچانے کا ذاتی مفاد شامل ہو جاتا ہے اور وہ غیر جانبدار نہیں رہتا اس لئے اس کی گواہی اپنے رفقتائے جرم کے خلاف یکسر ناقابل قبول ٹھہرائی گئی ہے⁵²۔

اسی طرح یہ بھی اسلامی ہدایت ہیں:

ا. گواہی میں تحریف نہ کی جائے⁵³۔

ب. گواہی سے پہلو تہی نہ کی جائے⁵⁴۔

ت. گواہی کو چھپایا نہ جائے⁵⁵۔

ث. گواہ کو خریدا نہ جائے⁵⁶۔

ج. گواہ کی عزت کی جائے، کیونکہ اس کی وجہ سے حقوق عامہ زندہ

ہیں، گواہ کو نقصان پہنچانا ایک طرح کا جرم ہے⁵⁷۔

کیا دنیا کے کسی مذہب اور نظام میں عدل کے قیام کے لئے اتنی اہم اور تفصیلی ہدایات موجود ہیں؟

3. انصاف کیلئے سب سے اہم بنیاد۔ اللہ تعالیٰ کے قانون عدل کے سامنے جو ابدہی کا احساس۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالتَّنظَّرْ نَفْسَ مَا قَدَّمَتْ لِعَدِّ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ⁵⁸

عدل و انصاف کے قیام کے لئے اسلام اپنے سخت قوانین اور حدود و تعزیرات کے علاوہ اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے افراد کو جرائم سے باز رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مختلف اقوام مافیہ کے حالات و واقعات اور عذاب اخروی و دنیوی کا ذکر کرتا ہے اور ہر انسان کے دل میں اللہ کے قانون عدل کے سامنے جو ابدہ اور مسؤل ہونے کا تصور پیدا کرتا ہے تاکہ انسان کا ضمیر جاگے اور وہ خود احتسابی کے تحت گناہوں اور جرائم سے بچے۔ اس سلسلے میں وہ مندرجہ ذیل تعلیمات دیتا ہے:

1. اللہ رب العالمین جو انسان کا خالق ہے وہ علیم و خبیر ہے انسانوں کے دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے⁵⁹۔
2. وساوس نفس سے بھی واقف ہے⁶⁰۔
3. وہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے⁶¹۔
4. اللہ تعالیٰ کے نگران فرشتے انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں اور کوئی لفظ انسان نہیں بولتا مگر فرشتے اس کو ریکارڈ کر لیتے ہیں⁶²۔
5. ہر انسان کا اعمال نامہ (تمام زندگی کا ریکارڈ) اس سے کوئی علیحدہ چیز نہیں بلکہ اس کی فطرت کا ایک جزو ہے اور قیامت والے دن وہ نکالا جائے گا⁶³۔

6. اور وہ اعمالنامہ ایسی کتاب کی شکل میں ہو گا جس میں انسان کی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے افعال و اعمال موجود ہوں گے⁶⁴۔
7. انسان سے اس کے تمام اقوال و افعال کے بارے میں پوچھا جائے گا اور کوئی شخص حساب و کتاب اور عذاب خداوندی سے بھاگ نہ سکے گا بلکہ چار و نا چار اسے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہو گا⁶⁵۔
8. ساتھ ہی اسلام انسان کو باور کراتا ہے کہ ان خارجی گواہوں کے علاوہ انسان کے اپنے اعضاء بھی اس کے خلاف یا اس کے حق میں گواہی دیں گے اور زبان پر مہر کر دی جائے گی⁶⁶۔
9. انسان ذرہ برابر اچھا عمل کرے گا اسے دیکھ لے گا اور انعام پائے گا اور ذرہ برابر برا عمل کرے گا تو بھی دیکھ لے گا اور اس کی سزا پائے گا⁶⁷۔
10. کسی فرد کو دوسرے کے جرم کی سزا نہیں دی جائے گی⁶⁸۔
11. وہاں سفارش، بدلہ، فدیہ اور لاؤ و لشکر کچھ کام نہیں آئیں گے⁶⁹۔
12. انسان کو متنبہ کرنے اور اس کے اندر خوف خدا کا تصور پیدا کرنے کیلئے قرآن عظیم کی تقریباً ہر سورت اور اکثر آیات میں اس طرح کی تعلیمات موجود ہیں⁷⁰۔

یہ وہ تعلیمات ہیں جن کے ذریعے اسلام انسان کے اندر محاسبہ کا شدید خوف پیدا کر کے اللہ کے نظام عدل کے سامنے جواب دہی کا خوف بٹھاتا ہے اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے انسان کے ذہن اور قلب و نظر کو تبدیل کرتا ہے۔ کیونکہ جبر و تشدد اور قانون صرف ایک حد تک کام کر سکتا ہے، لیکن اندر، باہر، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جو چیز موثر ثابت ہو سکتی ہے وہ خوف خدا اور ایسی ہستی کی پکڑ کا تصور ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ ہوتی ہے۔

اسلام اس تصور کو تقوی اللہ کا نام دیتا ہے اور یہ تقوی اللہ نظام عدل کے حقیقی قیام کی بنیاد ہے۔ اس تقوی اللہ کی جھلک دور صحابہ اور تابعین کے حکام و ذمہ داران میں نظر آتی تھی جس کی وجہ سے وہ مخلوق خدا کے ساتھ برتاؤ میں انتہائی درجہ کے محتاط اور اعلیٰ قسم کے عدل و انصاف پر گامزن تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز ساری رات مصلیٰ پر بیٹھے روتے رہے صبح کو زوجہ محترمہ نے اس غیر معمولی رنج و غم کا حال دریافت کیا تو فرمایا:

"میں نے پوری امت کی ذمہ داری لی ہے اس میں ہر قسم کے لوگ ہیں مثلاً بھوکے، فقیر، بے سہارا مریض، بے سرو سامان مجاہد، بے بس مظلوم، غریب قیدی، نہایت بوڑھے، کثیر العیال جن کے پاس مال کم ہے۔ اس طرح مختلف علاقوں کے رہنے والے دوسرے ضرورت مند، قیامت کے دن ان سب کے بارے میں مجھ سے باز پرس ہو گی اور رسول اللہؐ ان کے بارے میں مجھ سے ضرور پوچھیں گے۔ سو میں ڈر رہا ہوں کہ اس وقت اللہ کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکوں گا اور نہ محمد ﷺ کے سامنے کوئی حجت لاسکوں گا تو یہ رنج و غم اسی خوف کی وجہ سے ہے" 71۔

اسلام کے عدل اجتماعی کے خصائص و امتیازات

قوانین عدل کا منبع خود خالق کائنات ہے:

اور یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ اسلام ہی میں عدل اجتماعی ہے اس لئے اسلام وہ دین حق ہے جو خالق کائنات نے انسان کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا اور انسانوں کے درمیان عدل قائم کرنا اور طے کرنا کہ ان کے لئے کیا چیز عدل ہے اور کیا عدل نہیں انسانوں کے خالق و رب ہی کا کام ہے، دوسرا کوئی نہ اس کا مجاز ہے کہ عدل و ظلم کا معیار تجویز کرے اور نہ دوسرے کسی میں یہ اہلیت پائی جاتی ہے کہ حقیقی عدل قائم کر سکے۔ انسان خواہ کتنے ہی بلند مرتبے کا ہو اور خواہ ایک انسان نہیں بہت سے ذہین و فطین انسان مل کر بھی انسانوں کے لئے کوئی نظام عدل بنائیں تو بہر حال

انسانی ذہن کی محدودیت اور عقل انسانی کی کوتاہی و نارسائی اور انسانی عقل کی خواہشات اور تعصبات کی دستبرد سے کسی حال میں بھی مفر نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ انسان وحی کی روشنی کے بغیر اپنے لئے کوئی ایسا نظام بنا سکے جو درحقیقت عدل پر مبنی ہو انسان کے بنائے ہوئے نظام میں ابتداءً بظاہر کیسے ہی عدل نظر آئے، بہت عملی تجربہ یہ ثابت کر دیتا ہے کہ فی الحقیقت اس میں عدل نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہر انسانی نظام کچھ مدت تک چلنے کے بعد ناقص ثابت ہو جاتا ہے اور انسان اس سے بیزار ہو کر ایک دوسرے تجربے کی طرف پیش قدمی کرنے لگتا ہے⁷²۔

سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ مولانا مودودی اسی حوالے سے رقم طراز ہیں:

"یہ دو باتیں کہ اسلام میں ہی عدل اجتماعی ہے اور عدل ہی اسلام کا مقصود ہے ان سے اگر انسان غافل نہ ہو تو وہ کبھی عدالت اجتماعی کی تلاش میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر کسی دوسرے ماخذ کی طرف توجہ کرنے کی غلطی نہیں کر سکتا، جس لمحے اس کو عدل کی ضرورت کا احساس ہو گا اسی لمحے اسے معلوم ہو جائے گا کہ عدل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی کے پاس نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ بھی جان لے گا کہ عدل قائم کرنے کے لئے اس کے سوا کچھ کرنا نہیں ہے کہ اسلام پورے کا پورا بلا کم و کاست قائم کر دیا جائے عدل اسلام سے الگ کسی چیز کا نام نہیں ہے اسلام خود عدل ہے، اس کا قائم ہونا اور عدل کا قائم ہونا ایک ہی چیز ہے⁷³۔"

معاشی امور اور معاملات میں عدل

فرد اور اجتماع یا جماعت میں اسلام نے زبردست توازن و اعتدال قائم کیا ہے۔ اسلام میں کسی شخص یا گروہ یا دوسری قوت کو یہ مقام حاصل نہیں کہ وہ عدل یا عدل اجتماعی کے لئے کوئی ضابطہ بنائے۔ اسلام نے بندوں کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں بہترین قوانین دیئے ہیں فرد کی آزادی کے

لئے اسلام نے کچھ حدود مقرر کی ہیں اس کے لئے کون کون سے افعال جائز ہیں اور کون سے ناجائز اور دوسروں کے اس پر کیا حقوق ہیں، کمائی کے کون سے ذرائع حلال اور کون سے حرام ہیں، فرد کی بھلائی کے لئے معاشرہ پر کیا حقوق ہیں اور معاشرے کی بھلائی کے لئے فرد پر کیا حقوق ہیں، ان سب میں ایک ایسا توازن قائم کیا گیا ہے کہ نہ فرد کو وہ آزادی دی گئی کہ وہ معاشرے کو نقصان پہنچا سکے اور نہ معاشرے کو یہ اختیار دیا گیا کہ فرد سے اس کی آزادی سلب کرے⁷⁴۔"

اگرچہ انفرادی ملکیت کی اجازت دیتا ہے لیکن ایسے اصول عطا کرتا ہے جس پر عمل کرنے سے سرمایہ داری کو پنپنے کا موقع نہیں ملتا۔ دولت کمانے کے ذرائع پر حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز قائم کر کے آمدنی کے ان تمام طریقوں کو روک دیتا ہے جن کے ذریعے ایک آدمی بلا محنت و مشقت کروڑ پتی بن جاتا ہے۔ سود اور سودی کاروبار جو کہ سرمایہ دارانہ نظام کی ریڑھ کی ہڈی (Back bone) ہے اسے حرام ٹھہراتا ہے اور سودی لین دین کرنے والوں سے جنگ کا اعلان کرتا ہے⁷⁵۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات عالیہ سے سود کی اتنی کثرت سے شاعت و قباحت بیان فرمائی کہ ایک حقیقی اسلامی معاشرے میں اس کا وجود قائم نہیں رہ سکتا⁷⁶۔

اس کے علاوہ جوئے و سٹے کی ممانعت، ذخیرہ اندوزی، چوربازاری، ناجائز منافع خوری، ناپ تول میں کمی اور لاٹری کو حرام قرار دے کر سرمایہ داری پر کاری ضرب لگائی ہے۔ اسی طرح اسلام جائز اور حلال ذرائع سے کمائی ہوئی دولت پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے کہ معاشی خوشحالی چند آدمیوں کا مقدر نہ بنے بلکہ سوسائٹی کے دوسرے افراد اور طبقات کو بھی اس سے حصہ وافر ملتا رہے۔ اسلام نے زکوٰۃ و عشر کا نظام وضع کیا جس کے تحت مال و دولت اغنیاء سے وصول کر کے فقراء اور غریبوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اس نظام کے تحت اسلامی معاشرے میں ہر شخص کی بنیادی

ضرورتوں کی کفالت کا انتظام موجود ہے۔ عشر و زکوٰۃ تو فرض ہے لیکن اس کے علاوہ خیرات، صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْزُومِ⁷⁷

"ان (امراء) کے مالوں میں سائلوں اور دولت سے محروموں کا حق ہے۔"

مال نے کی تقسیم کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

كَيْ لَا يَكُونَ ذُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ⁷⁸

اسلام میں تقسیم وراثت کے احکامات بھی اسی غرض کے لئے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ جس شخص کے پاس قوت و طاقت کے سامان اپنی حاجت سے زائد ہوں اس کو چاہیے کہ وہ فاضل سامان کمزور کو دے دے اور جس شخص کے پاس سامان خورد و نوش اپنی حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیے کہ وہ نادار اور حاجت مند کو دے دے۔ ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کر لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے⁷⁹۔

حضرت ابو عبیدہ اور تین سو صحابہ کرامؓ سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ایک موقع پر ان کا سامان خورد و نوش ختم ہونے کے قریب آگیا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کریں اور پھر سب کو جمع کر کے ان سب میں تقسیم کر کے ان سب کی قوت لایموت (Sustenance for Survival) کا سامان کر دیا⁸⁰۔

حضرت علیؓ نے یہ بھی حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔ پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو محض اس لئے کہ اہل ثروت

اپنا حق ادا نہیں کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن اس کی بازپرس کرے گا اور اس کو تباہی پر اس کو عذاب دے گا⁸¹۔

یہ اور اس قسم کی دوسری احادیث اور آیات قرآنی کو دلیل میں پیش کرتے ہوئے مشہور محدث ابن حزم ظاہری یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں:

"اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء اور غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال اور اگر بیت المال کی آمدنی ان غرباء کی معاشی کفالت کو پورا نہ کرتی ہو تو سلطان امیر ان ارباب دولت کو اس کفالت کے لئے مجبور کر سکتا ہے (یعنی ان کے زائد مال سے بچر لے کر فقراء کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے) اور ان کی زندگی کے اسباب کے لئے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو، پہننے کے لئے گرمی اور سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لئے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھے⁸²۔"

اسلامی نظام کفالت اور عدل اجتماعی یہاں تک محتاط ہے کہ بقول حضرت عمرؓ کہ اگر نہر کے کنارے حارشی بکری اس حال میں مر جائے کہ اس پر (بطور علاج) تیل کی مالش نہ ہو تو ڈر ہے کہ قیامت کے دن عمر سے اس کی بازپرس ہوگی⁸³۔

قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سناتے ہوئے اسلام کے قیام عدل کی ذمہ داری حضرت عمر نے اس طرح بیان کی:

"مجھے تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے کی فکر ہے۔ خدا کی قسم میں بادشاہ نہیں کہ تمہیں غلام بنا رکھوں بلکہ اللہ کا غلام ہوں پس حکمرانی کی امانت میرے سپرد ہے۔ اگر میں اس کو امانت سمجھ کر تمہیں واپس کر دوں اور خدمت کے لئے تمہارے پیچھے پیچھے چلوں یہاں تک کہ تم اپنے گھروں میں سیر ہو کر کھاؤ بیو تو میں اس (حکمرانی) کے ذریعے فلاح پاؤں گا اور اس کو

اپنی ذاتی ملکیت سمجھوں اور (مطالبہ حقوق کے لئے) اپنے پیچھے پیچھے چلاؤں
اور گھر آنے پر مجبور کروں تو میرا انجام خراب ہو گا⁸⁴۔"

غیر مسلموں کی معاشی کفالت میں عدل و انصاف

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں ایک جلیل القدر صحابی کی زبان سے

یہ اصول بیان کیا ہے:

"خدا کی قسم ہم نے اس سے انصاف نہیں کیا اگر جوانی میں اس سے فائدہ
اٹھایا اور بڑھاپے میں اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک
یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا اور
فرمایا: ہذا من مَسَاكِينِ اَہْلِ الْکِتَابِ⁸⁵ کہ یہ اہل کتاب کا مسکین ہے۔"

اس لئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرہ کے غیر مسلموں سے جو معاہدہ کیا
تھا اس میں یہ صراحت موجود تھی کہ جو شخص بوڑھا ہو جائے یا کسی آفت کا شکار ہو
جائے یا جو مفلس ہو جائے اس سے جزیہ وصول کرنے کے بجائے مسلمانوں کے بیت
المال سے اس کی اور اس کے اہل و عیال کی کفالت کی جائے گی⁸⁶۔

مختصراً اسلام کی یہ وہ تعلیمات ہیں جن کے ذریعے معاشرے میں عدل و
انصاف اور اجتماعی کفالت کا نظام اپنے عروج کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح اسلام ایسے
قوانین دیتا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتے ہیں اور ان کے ذریعے
انفرادی و اجتماعی، سیاسی و معاشرتی، تمدنی و معاشی، دیوانی و فوجداری، ملی اور بین
الاقوامی ہر پہلو کی اصلاح کر کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں عدل و انصاف اور
مساوات کا دور دورہ کرتے ہیں۔

اسلام کے نظام حکومت میں عدل و انصاف

اسلام چونکہ عدل و انصاف کا سرچشمہ اللہ کی ذات کو قرار دیتا ہے اور اس
سرچشمے سے پیدا ہونے والے قوانین کا نفاذ مسلمانوں کی جماعت کے سپرد کرتا ہے

چنانچہ اسلام میں نظام قضا یا عدل و انصاف کو اہم ترین انسانی فرائض میں شامل کرتے ہوئے اسے مملکت اسلامیہ کا اولین فرض قرار دیتا ہے۔ اسلام نے عدل و انصاف کی اسی اہمیت اور عظمت کو جا بجا بیان کیا ہے۔ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذمے ایک طرف تبلیغ کا فرض لگایا تو دوسری طرف ان کو حکم دیا کہ وہ قضا کا حق بھی ادا کریں، چنانچہ داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

يا داود انا جعلتك خليفة في الأرض فاحكم بين الناس بالحق⁸⁷

"اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہذا آپ لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ حکومت کریں۔"

نبی پاک ﷺ کو بھی یہ فرمایا اے نبی ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ جو راہ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو⁸⁸۔

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا:

سایہ الٰہی میں سب سے پہلے وہ لوگ جائیں گے جو اپنا حق ملنے پر اسے قبول کر لیتے ہیں اور دوسروں کا حق بخوشی دے دیتے ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب لوگوں میں عادل حکام ہیں اور قیامت میں مغضوب اور سخت عذاب والے ظالم حکمران ہیں۔ اسی طرح فرمایا: کہ منصف اور عادل حاکم خدا کے بہت قریب ہوں گے اور یہ بھی فرمایا عدل و انصاف کرنے والے حاکم قیامت کے دن نور کے ممبروں پر ہوں گے اور یہ ممبر رحمان کے داہنی جانب قائم ہوں گے⁸⁹ اور یہ بھی فرمایا کہ سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایے میں رکھے گا ان سات میں سے امام عادل کو مقدم فرمایا ہے⁹⁰۔

اسلام عدل و انصاف کو ہر شہری کا بنیادی حق قرار دیتا ہے اور یہ بات اسلامی عدل کے منافی ہے کہ عدل کے حصول میں عوام کو کوئی مانع ہو یا اس میں

تاخیر ہو۔ اسلام مقدمات میں فیصلے کا قائل ہے اور انصاف میں تاخیر کو برا سمجھتا ہے۔ اسی نظام عدل کی نفاذ کے لئے اسلام ایک مفید عادلانہ عدالتی نظام وضع کرتا ہے⁹¹۔

اسلام کے اس نظام عدل کی بنیاد عہد نبوت میں پڑ چکی تھی اور پھر بعد میں خلفائے راشدین کے دور میں نہ صرف آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں قائم شدہ نظام عدل پوری آب و تاب کے ساتھ برقرار رہا بلکہ اس میں بے شمار اضافے بھی ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے نظام عدل و انصاف میں بہترین اضافے کیئے۔ نظام عدل کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہوئے عدالت کو ایک جداگانہ محکمہ قرار دیا اور مملکت کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر کے ہر ضلعی مقام پر عدالتیں قائم کیں جہاں قاضیوں کا تقرر کیا گیا اور قاضیوں کے تقرر کے وقت ان کو ایسی ہدایات دی جاتی تھیں تاکہ وہ ان کی روشنی میں عدل و انصاف کا دامن تھام سکیں۔ رشوت یا ناجائز وسائل آمدنی کے سدباب کے لئے آپ نے قاضیوں کو گراں قدر مشاہرات (salaries) سے نوازا۔ قاضی کو تجارت کرنے کی ممانعت کی گئی⁽⁹²⁾ بعض دفعہ خود خلیفہ وقت فریق بن کر امتحان کی خاطر عدالت میں جاتے، (جیسے ایک دفعہ ابی ابن کعب سے حضرت عمر کا کچھ نزاع ہوا، زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس عدالت میں گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ پہلی نا انصافی ہے جو تم نے اس مقدمہ میں کی ہے یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے)⁹³۔

عدالت کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوتے تھے، امیر و غریب کا امتیاز مٹ چکا تھا اور عدل و انصاف کا ایسا نظام قائم کیا کہ غیر مسلم بھی پکار اٹھے کہ اسی عدل کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہیں⁹⁴۔

حضرت عمرؓ علیؓ کا ایک واقعہ اسلام کے نظام عدل اور مساوات کو بطریق

احسن بیان کرتا ہے:

"حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے تھے، دوستانہ سلسلہ کلام جاری تھا کہ ایک یہودی آیا، کہا علیؓ پر دعویٰ کرنے آیا ہوں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے فرمایا، ابو الحسن سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرو، مرتضیٰ اٹھے دیکھا گیا کہ اس وقت ان کے چہرے پر بل تھا۔ دعویٰ سنایا گیا، فیصلہ کر دیا گیا۔ مدعی جھوٹا تھا وہ چلا گیا تو پھر وہی سلسلہ کلام شروع ہو گیا، فاروقؓ نے کہا کہ میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ علیؓ نے فرمایا ضرور پوچھو، کہا جب آپ کو سامنے کھڑے ہونے کو کہا گیا تو اس وقت آپ چپیں بہ جبیں کیوں ہوئے تھے، کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑا ہونے کو برا سمجھا تھا، فرمایا نہیں، نہیں یہ بات نہیں، آپ کو یاد ہے آپ نے ابو الحسن کہہ کر کھڑا ہونے کو کہا تھا، کنیت سے پکارنا نشان عزت ہے میرا خیال ادھر گیا کہ مبادا یہودی کے برابر کھڑے ہوتے ہوئے بھی وہ یہ سمجھے کہ عدالت کو مدعا علیہ (حضرت علیؓ) کا خاص لحاظ ہے اس لئے مدعی کے مقابلے میں اسے بالفاظ عزت مخاطب کیا گیا ہے، اگر وہ ایسا سمجھ لیتا تو ہماری عدالت یعنی اسلامی عدالت پر دھبہ لگتا⁹⁵۔"

اسلام کے ہمہ گیر عدل اجتماعی کی یہ مختصر سی جھلک گزشتہ صفحات میں پیش کی گئی، اگر ایسا عدل اجتماعی آج قائم ہوتا تو دنیا میں موجودہ بے چینی و بد امنی، افزائے تفری، قتل و غارت، دہشت گردی اور ظلم نہ ہوتا کیونکہ عدل کی وجہ سے سب لوگوں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا، انصاف کا حصول ہر ایک کے لئے ممکن ہوتا اور کسی پر ظلم نہ ہوتا تو نتیجتاً انفرادی اور اجتماعی سطح پر لڑائی جھگڑے اور فساد فی الارض نہ ہوتا، اس لئے تو کہا ہے کہ کفر کے ساتھ ملک قائم رہ سکتا ہے لیکن ظلم (عدم انصاف) سے نہیں⁹⁶ کیونکہ اس سے انسانی لیول (human level) میں بگاڑ کے علاوہ کائناتی نظام سے بھی تصادم آتا ہے جو خلاف قانون خداوندی ہے:

ولن تجد لسنة الله تبديلا ولن تجد لسنة الله تحويلا

یعنی خدا کا قانون اٹل ہے، کل بھی وہی تھا اور آج بھی وہی ہے، جو قوم و ملک اور معاشرہ خدا کی اس عظیم کائناتی سکیم (Cosmological Scheme Grand) کے مطابق چلے گا اور اس کے ساتھ harmony کے ساتھ رہے گا تو وہی انفرادی و اجتماعی تمام سطحوں پر کامیاب و کامران ہو گا، فلاح و خوشحالی اس قوم و ملک اور معاشرے کا مقدر ہو گی کیونکہ وہ خدا کی صفت عدل و قسط کا مظہر ہو گا، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو پھر خدائے عظیم کی عظیم سکیم عدل و انصاف میں فٹ نہیں بیٹھتا تو تباہی و بربادی اور صفحہ ہستی سے مٹ جانا ہی اس کا مقدر ہے۔ تاریخ کے اوراق اور قرآنی قصص و واقعات اس پر شاہد عادل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس نظام عدل و قسط کو اتنا جامع اور ہمہ گیر بنا دیا کہ اپنوں اور پرائیوں یعنی مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید روا نہیں رکھی بلکہ بے لاگ عدل و انصاف کا حکم دیا۔ حالت امن کے ساتھ ساتھ حالت جنگ میں بھی ظلم اور ناانصافی کی ہر شکل کو ممنوع قرار دیا بلکہ اسلامی جنگ کی اصل غرض و غایت ہی مذہبی آزادی کو یقینی بنانا اور دنیا میں اسلام کے عادلانہ قوانین اور محکم نظام کو قائم کرنا فرمایا ہے۔ اسلام میں جنگ نظریہ ضرورت کے تحت، قانون عدل اور احترام انسانیت کے تابع ہے۔ اسلامی جنگ ظلم کے خاتمے، مظلوموں کی حمایت اور بنیادی حقوق کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے⁹⁷۔

عام طور پر دنیا کی جنگوں میں کوئی ضابطہ اخلاق نہیں ہوتا بلکہ جنگ میں ہر چیز جائز سمجھتی جاتی ہے لیکن اسلامی جہاد (قتال) نفسانیت یا توسیع پسندی کے لئے نہیں، اس لئے جنگ کے دوران بھی اخلاقی قدروں کے لحاظ کا حکم دیا اور ہر قسم کے ظلم سے منع کرتے ہوئے عدل و انصاف کا حکم دیا۔

وقاتلو فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم

میں کہا کہ جو تم سے لڑے ان سے لڑو لیکن ساتھ خصوصی طور پر یہ ہدایت دی:

"ولا تعندوا إن الله لا يحب المعتدين"⁹⁸ حد سے نہ بڑھو، زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں اور زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

یعنی معاملہ مسلمانوں سے لڑنے والوں کا ہے اور رب العالمین عادل مطلق اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی زیادتی، نا انصافی اور ظلم کو جائز قرار نہیں دیتا بلکہ کہا جاتا ہے:

ولا تعندوا زیادتی نہ کرو بلکہ انصاف کرو وأقسطوا ان الله يحب المقسطین⁹⁹

مسلمانوں کا اپنے دشمنوں کے ساتھ دوران جنگ عدل و انصاف کا ایک بہترین یادگار واقعہ ملاحظہ ہو:

"جب مسلمان فاتح و قائد قتیبہ بن مسلم باہلی سمرقند میں اس کے باشندوں کو اسلام یا عہد و پیمانہ یا جنگ کا اختیار دیئے بغیر داخل ہوا تو اہل شمرقند نے خلیفۃ المسلمین عمر بن عبد العزیز کے پاس پیغام بھیجا اور اس سے شکایت کی کہ قتیبہ نے انہیں کسی چیز کا اختیار نہیں دیا اگر وہ اختیار دیتے تو وہ کسی چیز کا انتخاب ضروری کرتے۔ اس پر خلیفہ راشد نے وہاں کے مسلمان قاضی (جج) کو پیغام بھیجا اور اس سے فرمایا کہ جوں ہی میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے قتیبہ اور مخاربین (برسر جنگ کفار) کو سامنے بٹھا کر ان سے حقیقت حال دریافت کرو، اگر اہل شمرقند کی شکایت درست ثابت ہو تو لشکر اسلام کو حکم دو کہ وہ یہ علاقہ خالی کر دے۔ قاضی نے اس مسئلے کی تحقیق کی اور یہ ثابت ہو گیا کہ قتیبہ ابن مسلم نے فی الواقع انہیں یہ اختیار نہیں دیا تھا۔ قاضی نے فیصلہ صادر کیا کہ مسلمانوں کا لشکر شمرقند کو خالی کر دے، اور اہل شمرقند کو اختیار دیا جائے، چاہیں تو وہ اسلام قبول کر لیں، یا عہد و پیمانہ کر لیں، یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں، چنانچہ لشکر شہر سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد اس کے باشندے معاہدہ کرنے پر رضامند ہو گئے اور ان میں سے کچھ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے¹⁰⁰۔"

کیا یہ حیرت انگیز رویہ عدل کامل کا اعلیٰ نمونہ نہیں ہے؟ کہ مسلمانوں کا قاضی برسر جنگ کفار کو مسلمانوں کے سپہ سالار سے انصاف دلاتا ہے، پھر وہ لشکر اسلام کو شہر خالی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر مقامی باشندوں کو اسلام قبول کرنے یا معاہدہ کرنے یا جنگ کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ یہ ہیں اسلام کی حالت صلح و جنگ میں عدل و انصاف پر مبنی تعلیمات کیا آج کے اس تہذیب و تمدن اور قانون بین الممالک (Law International) کے دور میں ایسی مثال ملنا ممکن ہے؟

عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت

اس وقت انسانیت کی نضح و خیر خواہی پر مبنی ایسی عادلانہ اسلامی تعلیمات کو دنیا کے سامنے لانے کی ضرورت ہے کیونکہ اس وقت دنیا کے بڑے بڑے سکالر ز اور اعلیٰ درجے کے سائنسدان اور Intellectuals جیسے: سٹیفن ہاکنگ، رچرڈ ڈاکنز اور کارل ساگان¹⁰¹ (Stephen Hawking, Richard Dawkins, Carl Sagan, etc) وغیر مسئلہ خیر و شر (The Problem of Evil in the world) اور اس جیسے اور مسائل کو نہ سمجھنے کی وجہ سے نفس مذہب کو ایک واہمہ قرار دے کر کائنات کی سب سے بڑی حقیقت یعنی رب العالمین کو Delusion کہا ہے¹⁰²۔

ان شکوک کی دیگر وجوہات کے علاوہ ایک وجہ ان کا اسلام کے نظام عدل و انصاف کو نہ سمجھنا اور اسے عیسائیت کے تناظر میں دیکھنا ہے چنانچہ اس وقت ایک دفعہ پھر نظریاتی و تصوراتی سطح پر اسلام کے فطری نظام عدل اجتماعی (Social Justice Natural System of Islam) کو سمجھانے کے ساتھ عملی طور پر اسلام کے نظام عدل کو اپنی حقیقی سپرٹ کے ساتھ دنیا کو دکھانا ہو گا۔ اگر گاندھی جی اپنے وزراء کو ابو بکرؓ و عمرؓ کی مثال حکمرانی اور طرز عدل و انصاف کو سامنے رکھ کر حکومت کرنے کا کہہ سکتے ہیں¹⁰³ تو ستاون ممالک سے زیادہ پر مشتمل مسلم امہ کیا اپنا ایک اجتماعی نظام عدل و انصاف بنا کر دنیا کے سامنے پیش

نہیں کر سکتی۔ کیا امت وسط کا یہی مفہوم نہیں کہ وہ عدل و انصاف کو دنیا میں افراط و تفریط کے بغیر قائم کر کے شہداء علی الناس کا عظیم خدائی لقب اپنائے¹⁰⁴۔

کیا کُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ¹⁰⁵ کے مطابق دنیا میں صرف نظریاتی طور پر عدل و انصاف اور خیر کے قیام کے دکھانے کا کہا گیا ہے یا عدل و قسط کے نظام کو عملی طور پر نافذ کرنے کی پرزور تاکید ہے؟

کیا یُظْهِرُ عَلَى الدِّينِ كُفْلَهُ¹⁰⁶ میں سارے ادیان اور نظام ہائے ظلم و عدوان پر اسلام کے نظام الہدیٰ (سراپا رہنمائی و روشنی) اور حق و انصاف پر مبنی الدین الحق کو دنیا میں رائج و غالب کرنے کا نہیں کہا گیا؟

کیا حضور ﷺ اور صحابہ کا اسوہ اس پر شاہد عادل نہیں کہ انھوں نے حقیقی معنوں میں اسلام کے نظام عدل و قسط کو عملی طور پر دنیا میں نافذ کر کے دکھا دیا اور ہم پر اتمام حجت کر دی کہ ایسا کرنا ممکن ہے اور ایک بار پھر عالمی سطح پر ایسا ہو کر رہے گا۔ رسول کریم ﷺ الصادق و المصدوق کے ارشادات اس پر گواہ ہیں¹⁰⁷۔

کاش امت مسلمہ بھی اس وقت پورے کرہ ارض کے باسیوں اور مظلوموں کو صحابہ کی طرح کہہ سکتی:

اللّٰهُ اَبْعَثْنَا لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ شِئْءٍ مِنْ عِبَادَةِ الْاِلٰهِيْنَ اِلَىٰ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَ مِنْ ضَيْقِ الدُّنْيَا اِلَىٰ وَسْعَةٍ الْاٰخِرَةِ وَمِنْ جُورِ الْاٰدِيَانِ اِلَىٰ عَدْلِ الْاِسْلَامِ¹⁰⁸

"اللہ نے ہمیں بھیجا ہے تاکہ وہ جسے چاہے ہم اس کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کریں، دنیا کی تنگی سے آخرت کی وسعت کی طرف لائیں اور ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لائیں۔"

نتائج بحث

اسلام سلامتی امن وامان، عدل اور انصاف پر مبنی دین ہے۔ عدل اور انصاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے عملی طور پر قائم کیا ہوا تھا۔ اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ

تہذیب الافکار: جلد 2، شماره 2 عدل اجتماعی کا تصور اور اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں جولائی-دسمبر 2015ء

آپس میں مسلمانوں میں اختلافات لڑائیاں جھگڑے ایک حقیقت ہے لیکن کسی غیر مسلم کے ساتھ یہ امراء اور خلفاء انتہائی عدل سے پیش آئے ہیں۔ اسلام کے عدل اور انصاف پر مستشرقین بھی اعتراف کرتے ہیں۔ جہاد میں بھی مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ عدل اور انصاف سے پیش آنے کا حکم ہے۔ اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے، قیامت تک قائم اور دائم رہیگا کیونکہ اسلام کی اصل روح عدل اجتماعی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- 1 مولانا مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات: ۲۳، ۱۲، دیال سنگھ لاہور، لاہور، ۱۹۹۰ء
- 2 ڈاکٹر عبدالحمید احمد ابوسلیمان، اسلام اور بین الاقوامی تعلقات: ۲۷، منظر و پس منظر، فینس بکس، لاہور، ۱۹۹۱ء
- 3 ایضاً: ۲۸

4 FuKuyama, F. The End of History and the Last Man , New York: The Free Press, 1992, P.311.

5 Dr. Basit Bilal Koshal: Islam and Post-Modern Possibilities in The Quranic Horizons Lahore: Markazi Anjuman khudamul Quran, vol.5, no.2,3 & April-September, 2000, p.42

6 Nedzad Basic & Anwar H.siddiqui: Rethinking Global Terrorism Islamabad: International Islamic University, 2009, .p.251.

Only 20 percent of the world population is spending mor than 86 percent of the total world resources, while only five percent of the richest nations of the world are absorbing 82 percent of all the beneficiaries of the total world commerce. A few hundred of the richest people of the planet today dispose wealth that is greater than 2.5 billions of poor possess...less than 500 richest people in the world control bigger wealth than the whole

gross products of the poorest nations of the world...the difference between richest and poorest has grown from 3 times in 1820 to 72 times in 1992. (1999 Human Development Report, United Nations Development Programm.

7 Allamah M.T.Jaferi The Mystery of Life: (Tehran: Allama Jaferi Institute ,(2005), P 15.

8 سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی: ۱۸۸، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء

9 ایضاً: ۱۸۹

10 ڈاکٹر نور محمد غفاری، نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی: ۲۷۹، مکتبہ ابو ذر غفاری G-6/1 اسلام آباد

11 محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری، صحیح البخاری، باب رَحْمَةُ النَّاسِ وَالْبَهَائِجِ، دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ

12 امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن ۲: ۶۷۶، اہل حدیث اکادمی، لاہور

13 مولانا حامد انصاری، اسلام کا نظام حکومت: ۳۸۶، الفیصل پبلیشنگ کمپنی، اردو بازار، لاہور

14 علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی، عمدة القاری شرح البخاری ۱۰: ۳۷۵

15 Nedzad Basic & Anwar H.siddiqui: Rethinking Global Terrorism ,Islamabad: International Islamic University, 2009, p.55-56.

16 Nedzad Basic and Anwar hussain Siddique (ed) Rethinking global Terrorism, Islamabad, International Islamic University, P.55-56

17 Dr.Anis Ahmed:Global Peace and Justice :An Islamic Perspective, in Muslim Challenges of Globalization,IPS, Islamabad, 2009)P.167

18 Seyyed Hossain Nasr; the Heart of Islam: Enduring Values for Humanity, Lahore: Suhail Academy, 2000.P.239-244.

19 مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ۳۸۹: ۵-۳۹۰، فریڈ بک ڈپو، دہلی

تہذیب الافکار: جلد 2، شماره 2 عدل اجتماعی کا تصور اور اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں جولائی-دسمبر 2015ء

- 20 ڈاکٹر محسن عثمان ندوی، دین کا متوازن تصور: 1، مجلس نشریات اسلام کراچی، 1999ء
- 21 سورۃ الحدید 25: 57، ظلم پر آیات کی تفصیل کے لئے دیکھیں: ظلم اور اس کا انجام، سید عبدالصبور طارق
- 22 سورۃ الشوری 42: 15
- 23 عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف 3: 117، دارالکتب العلمیہ - بیروت، 1417ھ
- 24 علامہ جلال الدین دوانی کی کتاب، اخلاقِ جلالی: 1، بحوالہ ظلم اور اس کا انجام، سید عبدالصبور طارق
- 25 سورۃ المائدہ 5: 8
- 26 سورۃ النساء 4: 58، 59
- 27 سورۃ الأنعام 6: 152
- 28 سورۃ النساء 4: 135
- 29 صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب اقامة الحدود علی الشریف والوضیع 2: 1003، قدیمی کتب خانہ، کراچی
- 30 امام ابو یوسف، کتاب الخراج: 116، الطبعة السلفية، مصر، 1352ھ
- 31 صحیح البخاری، باب: ومن الإيمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه 12
- 32 أبو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین 3: 356، الرقم الحدیث 902، دارالکتب العلمیہ بیروت، 1960ء
- 33 طبری، بحوالہ اسلام کے بین الاقوامی اصول، تصورات: 33
- 34 محمود بن محمد بن عرنوس، اسلام کا نظام عدل وانصاف: 28-28، مشتاق بک کارنر، لاہور
- 35 ایضاً: 28-28
- 36 سورۃ النساء 4: 85
- 37 أبو داود سلیمان بن الأشعث، سنن أبی داود، باب فیمن ینعی علی خصومة من غیر أن یعلم أمرها 3: 305، المكتبة العصرية، صیدا-بیروت
- 38 مؤطا امام مالک، کتاب الحدود، باب ترک الشفاعة السارق اذا بلغ السلطان فلحق الله الشافع والمشفع 2: 405، نور محمد کتب خانہ کراچی
- 39 ابوداؤد، بحوالہ اسلام اور رشوت، خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خان: 93، مکتبۃ الحسن، لاہور، 1983ء

تہذیب الافکار: جلد 2، شماره 2 عدل اجتماعی کا تصور اور اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں جولائی-دسمبر 2015ء

40 أبو بکر عبد الرزاق بن ہمام، المصنف ۸: ۱۴۷، رقم الحدیث ۱۴۶۶۵، المجلس العلمی-الہند، المکتب الإسلامی-

بیروت، ۱۴۰۳ھ

41 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ۲: ۵۰۰، ادارۃ المعارف، کراچی

42 قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری (اردو ترجمہ) ۲: ۱۲۳-۱۲۵، دارالاشاعت، کراچی

43 ایضاً

44 سورۃ الطلاق ۶۵: ۲

45 سورۃ الطلاق

46 سورۃ النساء ۴: ۱۳۵

47 المبسوط السرخسی ۱۶: ۱۴۵، بحوالہ اسلام میں جرم و سزا: ۳۶۳-۳۶۴، ڈاکٹر عبدالعزیز عامر، البدر پبلی

کیشنز، اردو بازار، لاہور

48 اسی طرح ایک حدیث میں جھوٹی گواہی کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے:

فقال عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله ثلاث شرقات ثم قراء

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا اقوال الزور"

آپ نے فرمایا جھوٹی گواہی اشراک باللہ کے برابر قرار دی گئی ہے۔ یہ بات آپ نے تین

دفعہ ارشاد فرمائی پھر قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی بت پرستی کی گندگی سے بچو اور

جھوٹی بات کہنے سے بچو۔ مولانا محمد منظور نعمانی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ

جھوٹی گواہی اپنی گندگی میں اللہ کی ناراضگی اور لعنت کا باعث ہونے میں شرک باللہ کے

ساتھ جوڑ دی گئی ہے۔"

(معارف الحدیث ۲: ۲۶۵-۲۶۶، مولانا محمد منظور نعمانی، دارالاشاعت، کراچی)

49 مولانا حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت: ۳۹۷، الفیصل پبلی شنگ کمپنی، اردو بازار، لاہور

50 تفسیر مظہری ۲: ۱۳۲

51 ایضاً ۲: ۳۹۷

52 دیکھیں تفصیل کیلئے یحییٰ بختیار کا مضمون، وعدہ معاف گواہ کی شہادت، روزنامہ مشرق، ۱۹۹۹ء

53 مولانا حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت: ۳۹۷

54 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۸۳

- 55 سورة البقرة ۲: ۲۸۴
- 56 اسلام کا نظام حکمرانی: ۳۹۷
- 57 سورة البقرة ۲: ۲۸۳
- 58 سورة الحشر ۵۹: ۱۸
- 59 سورة الحديد ۵۷: ۶
- 60 سورة ق ۵۰: ۱۶
- 61 سورة الحديد ۵۷: ۴
- 62 سورة ق ۵۰: ۱۸ --- سورة الانفطار ۸۲: ۱۰-۱۱
- 63 سورة بني اسرائيل ۱۵: ۱۳
- 64 سورة الكهف ۱۸: ۴۹
- 65 سورة الانفطار ۸۲: ۱۶
- 66 سورة يس ۳۶: ۶۵ --- سورة بني اسرائيل ۱۵: ۳۶
- 67 سورة الزلزال ۹۹: ۷-۸
- 68 سورة بني اسرائيل ۱۵: ۱۵
- 69 سورة البقرة ۲: ۱۲۳
- 70 مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، کتاب الخراج بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام: ۱۰۲
- 71 ایضاً
- 72 مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست: ۴۹۶، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۲ء
- 73 ایضاً، بتغیر لفظی
- 74 ایضاً: ۵۰۳-۵۰۴، باب: بتغیر لفظی
- 75 سورة البقرة ۲: ۲۷۹
- 76 مشکوٰۃ، باب الربا: ۲۶۵، المطبعتہ العربیہ، انارکلی لاہور
- 77 سورة الذاریات ۵۱: ۱۹ --- سورة المعارج ۷۰: ۲۵
- 78 سورة الحشر ۵۹: ۷
- 79 مولانا سعید الرحمن علوی، اسلامی حکومت کا فلاحی تصور: ۹۲-۹۳، لاہور مکتبہ جمال، ۲۰۰۳ء

80 ایضاً

81 ایضاً

82 ایضاً

83 ابن قیم، الطرق الحکمیہ: ۲۶۲۔ بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل: ۲۳۹، مولانا تقی امینی، قدیمی کتب خانہ کراچی،

84 مولانا تقی امینی، بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل: ۲۳۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی

85 کتاب الخراج بحوالہ اسلامی نظریہ حیات پروفیسر خورشید احمد: ۲۹۸

86 ایضاً: ۲۶

87 سورۃ ص: ۲۶: ۳۸

88 سورۃ النساء: ۴: ۱۰۴

89 مولانا امیر الدین مہر، مولانا فضل ربی (مدیر) خطبات جمعہ، وزارت مذہبی امور اسلام آباد حکومت پاکستان، ۱۹۹۵ء

90 ملاحظہ ہو استاد تفسیر مولانا حمید الرحمن عباسی، اللہ تعالیٰ کا نظام عدل: ۱۶۲، انجمن خدام الدین، شیراں والا دروازہ لاہور

91 مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ۲۴۰-۲۹۰، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔۔۔ سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۹۔۔۔ اور عدل کی فلاسفی پر بہترین کتاب محمد نجات اللہ صدیقی: مقاصد شریعت، ادارہ تحقیقات اسلامی۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۹ء

92 ملاحظہ ہو برائے تفصیل علامہ شبلی نعمانی: ۱۹۹-۲۳۸، الفاروق، مکتبہ اسلامیہ لاہور

93 ایضاً: ۲۸۶

94 مولانا حمید الرحمن عباسی، اللہ تعالیٰ کا نظام عدل: ۹۲، انجمن خدام الدین، شیراں والا، دروازہ لاہور اور سیرت النبی ﷺ: ۶: ۲۱۱-۲۱۲، مکتبہ مدنیہ لاہور

95 قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ العالمین ۳: ۳۸۹، لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز

96 Seyyed Hossain Nasr; The Heart of Islam: Enduring Values for Humanity, Lahore: Suhail Academy, 2000, p 239.

97 ڈاکٹر محمد الدسوقی، امام محمد بن حسن شیبانی اور ان کی فقہی خدمات: ۲۳۶-۲۳۳، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۵ء

تہذیب الافکار: جلد 2، شماره 2 عدل اجتماعی کا تصور اور اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں جولائی-دسمبر 2015ء

ملاحظہ ہو برائے تفصیل۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی: رسول اکرم ﷺ اور رواداری: ۵۹-۶۰ (کراچی: فضلی سنز ۱۹۹۹ء۔۔۔ سید امیر علی: سپرٹ آف اسلام، باب نمبر ۴۔۔۔ اشتیاق حسین قریشی کی "The Religion of Peace of" ۱۰۲-۱۱۱ (کراچی: رائل بک کمپنی، ۱۹۸۹ء)

98-سورة البقرة ۲: ۱۹۰، ۱۹۳

99-سورة الحجرات ۴۹: ۹

100 ڈاکٹر محمد الدسوقی، امام محمد بن حسن شیبانی اور ان کی فقہی خدمات: ۴۴۰

101 Scientists and Intellectuals like Stephen Hawking, Richard Dawkins, Carl Sagan, etc. have written books which are widely read and are deemed as best sellers. Their books which are spoiling the minds of our generation in the West and America are Richard Dawkins: "The God Delusion (New York: Houghton Mifflin Company, 2008. (The Blind Watchmaker, New York, Penguin Books, 1991).

Stephen Hawking: The Brief History of Times (London: Bantam Books, 1989), Carl

Sagan: The Cosmos (London: Abacus, 1998)

102 اشارہ ہے، رچرڈ ڈاکنز کی کتاب The God Delusion کی طرف

103 مفتی محمد شفیع رسول اکرم ﷺ پیغمبر امن و سلامتی: ۱۵، دعوت اکیدی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۴ء

104 سورة البقرة ۲: ۱۴۳ ملاحظہ ہو برائے تفصیل مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ۱: ۳۰۹، ۳۱۶، فرید بک ڈپو دہلی

105 سورة آل عمران ۱۰۴: ۱۱۰، ۳

106 سورة الصف ۶۱: ۹

107 تفصیل ملاحظہ ہو شیخ یوسف قرضاوی: غلبہ اسلام کی بشارتیں: ۳۷-۶۲، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، جولائی ۲۰۰۴، رجائی قوطان: امت کے لئے لائحہ عمل: ۳۹-۴۰، ترجمان القرآن نومبر ۲۰۰۴ء

تہذیب الافکار: جلد 2، شماره 2 عدل اجتماعی کا تصور اور اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں جولائی-دسمبر 2015ء

108 الہدایہ والنہایہ بحوالہ ڈاکٹر محسن عثمان ندوی، دین کا متوازن تصور: ۱۳، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۹۹ء